(۳۹)

۲۰/جون کے جلسہ کے لئے تیاری

(فرمودہ ۲۷/جنوری ۱۹۲۸ء)

تشہد' تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

میں نے یہ تحریک کی ہے کہ ۲۰/جون ۱۹۲۸ء کو تمام ہندوستان میں جلسے کئے جائیں جن میں رسول کریم ﷺ کی زندگی کے تین عظیم الشان پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے- اور یہ جلسے تمام ہندوستان کے علاقوں میں اور ہر زبان بولنے والے لوگوں میں کئے جائیں- میں نے ایک ہزار آدمی کا اندازہ لگایا ہے جو بڑے بڑے شہروں اور قصبوں میں لیکچر دے سکیں- آدمیوں کے لحاظ سے تو میں سمجھتا ہوں جس رفتار سے لوگ اپنے آپ کو پیش کر رہے ہیں اور جس طرح اپنوں اور دوسروں میں تحریک ہو رہی ہے وہ امید افزا ہے- اس وقت تک اپنی جماعت کے علاوہ دوسرے مسلمانوں کی طرف سے بھی درخواستیں آئی ہیں اور کل کی ڈاک میں ایک ہندو کی طرف سے پہلی درخواست پہنچی ہے اور بعض دوستوں کی طرف سے اطلاعیں آئی ہیں کہ کئی ہندو' سکھ اور عیسائی تیاری کر رہے ہیں- اس سے خیال ہے کہ اگر زیادہ نہیں تو ۵۰-۶۰ یا ممکن ہے سو(۱۰۰)تک ایسے غیر مسلم اصحاب بھی اپنے آپ کو پیش کر سکیں جو رسول کریم ﷺ کی زندگی کے پاکیزہ پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کے لئے تیار ہوں- لیکن اس کام کی اہمیت کے لحاظ سے میں سمجھتا ہوں ابھی تک اس کے لئے پورے طور پر کوشش نہیں کی گئی- پنجاب میں ہماری جماعت خدا کے فضل سے اس طرح پھیلی ہوئی ہے کہ ہر شہر اور بڑے قصبہ میں نہایت آسانی کے ساتھ لیکچر کا انتظام کیا جا سکتا ہے- یو- پی اور بہار میں بھی یہ انتظام کرنا کوئی زیادہ مشکل نہیں ہے-

بہار میں یو- پی سے بھی زیادہ آسان ہے- کیونکہ بہار میں زیادہ جماعت ہے- اور اس میں

قابل آدمی اور ایسے آدمی جو دینی کام کرنے کے لئے وقت دے سکتے ہیں موجود ہیں۔

یو۔پی میں دو۔چار جگہوں کے علاوہ ایسے آدمی موجود نہیں ہیں جو اس طرح کام کر سکیں مگر اس صوبہ کی زبان چونکہ اردو ہے وہاں بھی آسانی سے کام کیا جا سکتا ہے۔

صوبہ سرحد میں خدا کے فضل سے ہماری نہایت زبردست جماعت ہے۔گو اس علاقہ کے باشندوں کی نسبت سے کم ہے مگر پنجابی جو اس علاقہ میں رہتے ہیں ان کو ملا کر اچھی تعداد ہے۔ وہاں کے باشندے ایسے ہیں جو خاص خوبی رکھتے ہیں۔اور ایک بات میں نے ان میں ایسی دیکھی ہے جو اور جگہوں میں بہت کم نظر آئی ہے۔کئی جگہ دیکھا گیا ہے کہ اگر وہاں آپس میں اختلاف ہو جائے تو ایک حصہ جماعت کا کام چھوڑ بیٹھتا ہے لیکن اگر سرحدی صوبہ میں کسی جگہ ایسا اختلاف پیدا ہو تو کوئی حصہ کام نہیں چھوڑتا بلکہ پہلے سے بھی زیادہ جوش سے دونوں کام کرتے اور ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرنا شروع کر دیتے ہیں۔میرے نقطہ نگاہ سے اور میرا نقطہ نگاہ اس بارے میں زیادہ محفوظ ہے کیونکہ میں ایک جماعت کا امام ہونے کے لحاظ سے ان باتوں کو خوب سمجھ سکتا ہوں جو جماعت کی ترقی کے لئے ضروری ہیں۔میں سمجھتا ہوں کہ صوبہ سرحد کی جماعتوں میں یہ بہت بڑی خوبی ہے۔پس گو صوبہ سرحد میں جماعت کم ہے مگر ایسے قابل اور سرگرم کارکن موجود ہیں جن کے لئے جلسوں کا انتظام کرنا کوئی مشکل نہیں ہے۔اسی طرح صوبہ بنگال ہے۔تعداد کے لحاظ سے پنجاب کے بعد بنگال کی جماعت ہی ہے اور کام کرنے کے لحاظ سے بھی وہاں احمدی بہت جوش رکھتے ہیں انہوں نے اپنے علاقہ میں آرگنائزیشن خوب کی ہوئی ہے۔

علاقہ سندھ میں بھی انتظام کیا جا سکتا ہے۔گو اس علاقہ کی زبان مختلف ہے مگر وہاں چونکہ کئی سال سے ہماری طرف سے تبلیغ ہو رہی ہے اس وجہ سے وہاں انتظام کرنا بھی آسان ہے۔مگر ان علاقوں کو چھوڑ کر سارا علاقہ بمبئی، مدراس، برار، میسور، بڑودہ وغیرہ ریاستیں ان علاقوں میں ہماری جماعتیں نہایت قلیل تعداد میں ہیں اور جہاں جماعتیں قلیل تعداد میں ہیں۔وہاں ایک اور مشکل یہ بھی ہے کہ وہاں کی زبانیں ہماری زبان سے مختلف ہیں یو۔پی اور بہار میں جماعتیں کم ہونے کے باوجود انتظام آسان ہے کیونکہ ان علاقوں میں اردو زبان بولی جاتی ہے۔مگر جہاں تامل، تلنگو، مرہٹی، مالاباری زبانیں بولی جاتی ہیں وہاں انتظام کرنا زیادہ مشکل ہے۔مگر جلسے تبھی مفید ہو سکتے ہیں جب ہزار کی تعداد میں نہیں بلکہ کم از کم ہزار بڑے بڑے شہروں اور قصبوں

میں ہوں۔ اگر صرف ہزار کی تعداد میں جلسے کرنے ہوں تو صرف دو ضلعوں گورداسپور اور سیالکوٹ میں کئے جاسکتے ہیں۔ مگر فائدہ اور اثر تبھی ہو سکتا ہے جب ہزار بڑے بڑے شہروں اور قصبوں میں جلسے ہوں اور ہر زبان میں ہوں۔

اسی طرح برہما میں بھی انتظام مشکل ہے۔ کیونکہ وہاں کی زبان اور ہے اور جماعت کم ہے۔ پس نہایت ضروری ہے کہ ہر علاقہ کی احمدی جماعتیں اس کے متعلق خاص کوشش کریں اور اپنے اپنے علاقہ میں مرکزی جماعتیں قائم کریں۔ یہ کام جس کی تحریک کی گئی ہے کوئی معمولی کام نہیں بلکہ بہت بڑا ہے اور اس کے لئے بہت وقت اور بہت بڑی قربانی کی ضرورت ہے۔ کسی جگہ صرف جلسہ کر دینا کافی نہیں ہو گا۔ ہر جگہ میلاد کے جلسے ہوتے ہیں مگر ان کا لوگوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور ان میں نئی زندگی نہیں پیدا ہوتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میلاد کی نوعیت اور ہے۔ میلاد میں مسلمان محض ثواب کے لئے جمع ہو جاتے ہیں دوسرے مذاہب کے لوگ نہیں آتے۔ مگر یہ جلسہ جس کی تحریک کی گئی ہے اس لئے ہے کہ دوسروں کو اس میں شامل کرنے کی کوشش کی جائے۔ پھر میلاد کی یہ غرض نہیں ہوتی کہ رسول کریم ﷺ کے وجود کو اس دنیا کے لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے بلکہ یہ ہوتی ہے کہ بعض مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق مسلمانوں کو رسول کریم ﷺ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ مگر ہمارے ان جلسوں کی غرض یہ ہوگی کہ رسول کریم ﷺ کی ذات کو غیر مذاہب کے سامنے پیش کیا جائے اور ان کو بتایا جائے کہ ہمارے رسول کریم ﷺ پر ان کا اعتراض کرنا فضول ہے۔ یہ کونے کا پتھر ہے جو اس پر گرے وہ بھی چور چور ہو جاتا ہے اور جس پر یہ گرے وہ بھی چور چور ہو جاتا ہے۔ ایک زمانہ وہ تھا جب کہ رسول کریم ﷺ زندہ تھے اس وقت آپ جس پر گرتے وہ چور چور ہو جاتا۔ اب یہ زمانہ آیا کہ لوگ آپ پر گرتے ہیں اب ان کو یہ بتانا ہے کہ آپ چونکہ کونے کا پتھر ہیں اس لئے جو آپ پر گرے وہ بھی چور چور ہو جاتا ہے۔ یہی نہیں کہ رسول کریم ﷺ اپنی زندگی میں جس پر حملہ کرتے اس پر فتح پاتے بلکہ آپ کی وفات کے بعد بھی آپ پر جو حملہ کرے گا وہ بھی مغلوب ہی ہو گا۔ اس کے لئے ہماری جماعت کو ایسی بادِ تُند، سخت بگولہ اور پر زور طوفان بننا ہو گا جو ایک سرے سے دوسرے سرے تک لوگوں کو ہلا دے۔ پس ان جلسوں اور میلاد کے جلسوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ ایک سو سال کے میلاد بلکہ پانچ سو سال کے میلاد بلکہ ہزار سال کے میلاد بھی وہ کام نہیں کرسکتے جو یہ جلسے جو میرے مدنظر ہیں کرسکتے ہیں۔ میلاد آقا اور غلام کے تعلقات

کا اقرار ہے اور وہ بھی علیحدگی میں مگر یہ جلسے اس اقرار کے لئے ہوں گے کہ ہمارا آقا ایسی چیز نہیں ہے کہ ہم اسے چھپا کر رکھیں۔ ہم اسے دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں آؤ اسے دیکھ لو اور اس کی خوبیوں کو پرکھ لو۔ پس میلاد تو ایسی محبت کا اظہار ہے جو گھر میں بچہ سے کی جائے مگر یہ جلسے ایسا کھلا چیلنج ہے جیسے سپاہی میدان جنگ میں کھڑا ہو کر دیتا ہے اور کہتا ہے آؤ میں مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ مگر یہ چیلنج ایک مذہب کا دوسرے مذہب کو نہیں نہ اسلام کا دوسرے مذاہب کو ہے بلکہ یہ ایک مقدس ہستی کا دوسرے بنی نوع انسان کو ہے اس لئے ہم یہ چیلنج دینے والوں میں غیر مذاہب کے لوگوں کو بھی شامل کر سکتے ہیں بلکہ ہم انہیں خوش آمدید کہتے ہیں کیونکہ اس طرح ہم دنیا کو یہ بتائیں گے کہ آپؐ کو خدا تعالیٰ کا رسول ماننے والے ہی چیلنج نہیں دیتے بلکہ جو اس حد تک آپؐ کو نہیں مانتے جو ماننے کا حق ہے وہ بھی چیلنج دے رہے ہیں۔ ایک تو ان جلسوں کا یہ مقصد ہے جو کسی اور جلسہ سے پورا نہیں ہو سکتا۔

دوسرا مقصد ایک اور ہے جس میں مسلمانوں کا چیلنج دنیا کو ہے۔ پہلی صورت میں رسول کریم ﷺ کا چیلنج دنیا کی ہستیوں کو ہے اس میں اور لوگ بھی شامل ہو سکتے ہیں۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو یہ کہتے ہیں کہ دنیا کے لوگوں کا اکثر حصہ شریر ہوتا ہے میرے نزدیک اکثر لوگ شریف ہیں اسی طرح میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو یہ کہتے ہیں ہندوؤں میں سے اکثر لوگ شریر ہیں بلکہ میں ان میں سے ہوں جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہندوؤں میں سے اکثر شریف ہیں۔ اسی طرح میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو یہ کہتے ہیں عیسائیوں میں سے اکثر حصہ شریر ہے بلکہ ان میں سے ہوں جو یہ کہتے ہیں کہ عیسائیوں کا اکثر حصہ شریف ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ شریفوں کا طبقہ دوسروں سے دبا ہوا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ان کی دبی ہوئی آواز کو بلند کریں۔ ان جلسوں کے ذریعہ ہندوؤں کی وہ کثرت جو اپنے اندر شرافت رکھتی ہے اور صلح کے لئے تیار ہے اس کو جرأت دلائیں گے اور اس کے حوصلے بڑھائیں گے تاکہ ایسے لوگوں کے سامنے آنے سے مذہب اور ملک پر اثر پڑے۔ فتنہ انگیز لوگ دب جائیں اور ملک میں امن قائم ہو سکے۔ اسی طرح عیسائیوں اور یہودیوں کی کثیر تعداد جو شریف اور امن پسند ہے مگر دوسروں سے دبی ہوئی ہے اس کو بلند کریں گے تاکہ شریروں کی آواز دب جائے اور شریفوں کی کثیر تعداد کھڑی ہو جائے۔

پس ان جلسوں کے ذریعہ ہمارا ان لوگوں کو جو فتنہ انگیز ہیں چیلنج ہو گا۔ ہم انہیں بتائیں گے

ہم اس لئے کھڑے ہوئے ہیں کہ شریروں کو دبا دیں اور شریفوں کی جو ہر قوم و مذہب میں کثرت سے پائے جاتے ہیں مدد کریں تاکہ ملک میں امن قائم ہو۔ پھر ہمارا چیلنج ان لوگوں کو ہو گا جو رسول کریم ﷺ کی ذات پر حملہ کرتے ہیں۔ ہم انہیں کہیں گے تمہاری غرض اگر یہ ہے کہ مسلمان محمد رسول اللہ ﷺ سے جدا ہو جائیں تو یہ غلط ہے ہم اور زیادہ آپ کے قریب ہوں گے اور کوئی انسانی ہاتھ محمد ﷺ سے ہمیں الگ نہیں کر سکتا۔ یہ مقاصد خاموش جلسوں سے پورے نہیں ہو سکتے ان کے لئے آگ کی ضرورت ہے مگر وہ آگ نہیں جو جلا دیتی ہے بلکہ وہ آگ جو پکانے والی ہے۔ پس ہم آگ پیدا کریں گے مگر فساد اور لڑائی کی آگ نہیں بلکہ وہ آگ جس سے عمدہ غذائیں پکتی ہیں تاکہ امن قائم ہو۔ اس کے لئے بڑی بھاری آرگنائیزیشن کی ضرورت ہے۔ اور تمام قوموں سے تعاون کی ضرورت ہے زیادہ تر ان صوبوں میں جن کی زبانیں ہم سے مختلف ہیں۔ یو۔ پی' بہار' پنجاب اور سرحد میں بھی ضرورت ہے مگر زیادہ تر بمبئی' مدراس' سی پی' برہما' مالابار کے متعلق ہے۔ ان علاقوں کی احمدی جماعتوں کو اپنی مرکزی انجمنیں بنانی چاہئیں۔ یوں بھی ایسی مرکزی انجمن کی ضرورت ہے صوبہ بنگال کے احمدیوں نے ایسی انجمن بنائی ہوئی ہے۔ اسی طرح دوسرے تمام صوبوں میں بھی ہونی چاہئیں۔

پھر دوسری انجمنوں کو خواہ وہ ہندوؤں کی ہوں یا سکھوں کی عیسائیوں کی ہوں یا پارسیوں کی تعاون کے لئے کہنا چاہئے پھر اپنے اپنے صوبوں کے بڑے بڑے شہروں اور قصبوں کی لسٹ بنا کر دیکھنا چاہئے کہ ان میں سے ہر ایک میں ۲۰ / جون ۱۹۲۸ء کو جلسے کرنے کا انتظام ہو گیا ہے یا نہیں۔ اور کالجوں کے طلباء کو تیار کرنا چاہئے۔ اس تحریک کے مذہبی اخلاقی اور تمدنی فوائد کے علاوہ سیاسی فوائد بھی ہیں۔ پس ضرورت ہے ایک نظام کی۔ یہاں مرکز میں بھی اس کام کے لئے بہت سے آدمیوں کی ضرورت ہے کیونکہ خط و کتابت کثرت سے کی جائے گی۔ مختلف زبانوں میں اشتہار شائع کئے جائیں گے۔ بہت سی زبانیں جاننے والے یہاں موجود ہیں وہ اگر اپنے آپ کو اس لئے پیش کریں کہ روزانہ کچھ گھنٹے وہ اس کام کے لئے دیا کریں گے تو بغیر زائد عملہ کے بہت سا کام ہو سکتا ہے مگر جو اپنے نام پیش کریں وہ ایسے ہوں جو کام کرنے والے ہوں۔ بعض ایسے لوگ ہیں جنہوں نے ٹیپ کے مصرعہ کی طرح یہ طریق اختیار کیا ہوا ہے کہ جب میری طرف سے کوئی تحریک ہو وہ اپنا نام پیش کر دیں مگر کبھی کام نہیں کرتے۔ اس طرح نام پیش کرنا فضول ہے۔ وہ لوگ اپنے نام لکھائیں جو کام کریں۔ ہر زبان کے لوگ اگر اپنے آپ کو پیش

کریں تو مفید ہو سکتا ہے کیونکہ اس طرح خط و کتابت کے ذریعہ تمام ملک میں جوش کی لہر پیدا کی جا سکتی ہے۔

اگر ان جلسوں کا یہی نتیجہ نکل آئے کہ ایک ہزار مسلمان رسول کریم ﷺ کی لائف پڑھ لیں تو کتنا فائدہ ہوگا۔ اس کے لئے وہ سیاسی آدمی بھی تیار ہو جائیں گے جو عام مذہبی جلسوں میں نہیں جاتے اور جب وہ اس مضمون پر لیکچر دینے کے لئے تیاری کریں گے تو رسول کریم ﷺ کی محبت ان میں پیدا ہو جائے گی۔

پس میں یہاں کی جماعت اور باہر کی جماعتوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ ابھی سے اس بات کا انتظام کریں کہ ہر جگہ اور ہر طبقہ کے لوگ لیکچر دے سکیں۔ یوں تو ایک ہزار آدمی یہاں سے اور اردگرد کے گاؤں سے مہیا ہو سکتے ہیں۔ اور کوئی تعجب نہیں۔ قادیان سے ہی ایک ہزار آدمی ایسے مل جائیں لیکن اس کا فائدہ نہیں ہوگا۔ یہاں سے لوگ کلکتہ' مدراس' ڈھاکہ اور رنگون نہیں جا سکتے۔ اور اگر ان علاقوں میں یہاں سے آدمی بھیجیں تو چار پانچ سال کی آمدنی ان کے آمدورفت کے خرچ پر ہی صرف ہو جائے۔ پس ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر علاقہ میں مرکزی جماعتیں پیدا ہوں اور وہ اپنے علاقوں کے لئے خود آدمی کھڑے کریں۔ ہمارا کام یہ ہے کہ ہم ٹریکٹ اور ہدایات شائع کریں مگر ان کو پھیلانا دوسری جماعتوں کا کام ہے۔

(الفضل ۳/ فروری ۱۹۲۸ء)